رجسٹرڈ ایل نمبر ۷

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور معروف اخبار

الحکم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

بیشک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنی حالت نہ بدلے

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

شرح قیمت جو پیشگی لیجائیگی

(۱) عوام سے — صہ
(۲) خواص سے — عہ
(۳) ہندوستان سے باہر — سے ر
(۴) غریب احباب اور غیر مستطیع احباب سے — ۱۲/ ۔۔۔

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۷-۱۴-۲۱-۲۸ کو شایع ہوتا ہے

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی	ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی	دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

جلد ۱۸	مورخہ ۷ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء مطابق ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۲ ہجری	نمبر ۲

رسید مژدہ کہ ایّام نو بہار آمد

الحکم کا احیاء و اجراء جن مبارک ہاتھوں میں ہؤا ہے۔ وہ میں پچھلی اشاعت میں لکھ چکا ہوں۔ آج ناظرین الحکم کو خصوصاً اور احمدی قوم کو عموماً یہ خوشخبری سنانے کا موقعہ پاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائف لکھنے کا کام بھی شروع ہو گیا ہے۔ اور یہ کام بھی حضرت اولوالعزم صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ الله الاحد ہی کی نگرانی میں شروع ہؤا ہے۔ مدّت سے ایڈیٹر الحکم کو قوم کے مخلص اور برگزیدہ احباب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدائی اور جان نثار شرمندہ کر رہے تھے کہ اس نے اس ضرورت کو محسوس کر لینے اور قوم کو اس کام کی طرف توجہ دلانے کے باوجود کیوں شروع نہیں کیا؟

میں نے جب جب حضرت کی لائف کا سوال شروع ہؤا۔ اور احباب نے حسن ظن سے اس کام کو میرے سپرد کرنا چاہا یہی جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے دل و دماغ کی قوتیں عطا فرمائی ہیں اور ساتھ ہی میرے ہاتھ میں قلم دیا ہے۔ مگر میرے کیسہ میں زر نہیں مختلف اوقات میں بعض احباب نے چاہا کہ وہ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لینے کو تیار ہیں۔ مگر قدرت کچھ اور چاہتی تھی۔ میرے ایک نہایت ہی محترم بزرگ نے ایڈیٹر الحکم کو ایک ہزار روپیہ نقد اسکی تکمیل کیلئے پیش کرنا چاہا اور اسکی طبع وغیرہ کے کل اخراجات اپنے ہاتھ میں لیکر اس کام کو کرنا چاہا اللہ تعالیٰ اس کے اس نیک ارادہ اور پاک خواہش کی جزا دے اسکی غرض صرف یہ تھی کہ کسی طرح یہ ضروری کام ہو۔ لیکن جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں منشاء الٰہی کچھ اور ہی تھا۔ اب وقت آگیا کہ **قوم کی بہت بڑی ضرورت پوری ہو**۔ اس اہم اور ضروری کام کو بھی حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ تمام اخراجات طبع وغیرہ کا خود انتظام کریں گے۔

ایڈیٹر الحکم کا کام محض اس پاک لائف کو جمع کرنا ہوگا۔ جُوں جُوں کتاب مکمل ہوتی جاویگی اس کے حصص اور مجلدات شایع ہوتے جاوینگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ لائف گویا سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک شاندار تاریخ ہوگی۔ تمام واقعات کو آجکل کے طریق تاریخ نویسی پر انشاء اللہ العزیز لکھنے کی کوشش کیجاویگی یہ ایک مستقل کام ہوگا۔ میں اس کے لئے احباب میں کوئی تحریک نہیں کرنا چاہتا کہ وہ کس حد تک حضرت صاحبزادہ صاحب کا ہاتھ بٹائیں ہاں اتنا کہتا ہوں کہ جو بزرگ اپنے پیارے مہدی کے حالات زندگی اور اس کی شاندار مذہبی انقلاب کی صحیح تاریخ کے خواہشمند تھے اور ہیں۔ ان کے لئے یہ ایک موقعہ آیا ہے۔ کہ وہ اس غرض کیلئے کہاں تک اپنی مالی قربانی کر سکتے ہیں؟

جو بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات زندگی میں سے کوئی واقعہ خصوصیت سے یاد رکھتے ہوں۔ وہ اُسے لکھ کر میرے پاس بھیجدیں۔ اور جن کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی گرامی نامہ ہو اسکی بھی نقل بھیجدیں۔

اس سے پہلے بھی متعدد مرتبہ الحکم میں اس مبارک کام کیلئے اعلان ہؤا ہے۔ لیکن جہاں تک میں یاد رکھتا ہوں یہ نہیں کہا گیا کہ یہ کام شروع کر دیا گیا ہے۔ مگر اب میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ

حضرت مسیح موعود کی لائف کا کام شروع ہو گیا ہے!

اس مقصد کیلئے کوئی اعانتی رقم ہو تو براہ راست حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس بھیجی جاوے۔ اور واقعات اور خطوط کے متعلق مضامین ایڈیٹر الحکم کے نام ہوں اور لفافہ پر موٹی قلم سے حیات النبی لکھا جاوے۔

احباب سے یہ بھی درخواست ہے کہ وہ اپنے اس خادم کیلئے خصوصیت سے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس پاک خدمت کیلئے مجھے اخلاص اور صدق کیساتھ علمی اور عملی توفیق عطا فرماوے۔ اور پوری صحت و فراغت کے ساتھ اس کام کی تکمیل کی توفیق دے۔ آمین بالآخر میں یہی اُسی کے حضور عرض کرتا ہوں ع آغاز کردہ ام تو رسانی بہ انتہا

خاکسار

یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان

انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک ایڈیٹر و پبلشر و پرنٹر چھپکر شایع ہؤا۔

احمدی نکتہ خیال سے کچھ باتیں

ترقی کرنے والی قوموں کے درمیان ایک قسم کی جد و جہد ہوتی ہے اور جس دایرہ کے اندر وہ ترقی کرنا چاہتے ہیں اسی میں وہ جد و جہد ہوتی ہے مذہبی سوسایٹوں اور مجلسوں میں مذہبی معاملات پر رائے زنیاں ہوتی ہیں اور مذہب کے بڑے بڑے اصولوں پر تبادلہ خیالات ہوتا ہے۔ سیاسی جماعتوں میں سیاسیات پر بحثیں ہوتی ہیں ہماری جماعت ایک خالص مذہبی جماعت ہے اس کے دماغی اور ذہنی قوی بھی معطل نہیں رہ سکتے اسلئے اس میں بھی آئے دن بعض مسایل پر تبادلہ خیالات ہوتا رہتا ہے اور یہ جماعت کی ترقی کا نشان ہے۔

تبادلہ خیالات نہایت ہی عمدہ چیز ہے اور اسی پر تمام علوم اور لطایف و نکات کی بنیاد ہے۔ جبرائیل علیہ السلام مجلس نبوی علیہ التحیۃ والتسلیم میں حاضر ہوتے اور چند استفسارات کرتے ہیں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم انکا جواب دیتے ہیں اور اس طریق پر قوم کو اسلام و احسان کی حقیقت سمجھا جاتے ہیں والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا میں اللہ نے اس گر کو بتایا ہے۔ مگر بعض اوقات تبادلہ خیالات خطرناک نتایج کیطرف لیجاتا ہے اگر اس میں اخلاص اور صداقت کی طاقت نہ ہو۔ اس لئے ہمیں باہم تبادلہ خیالات کرنے میں اس کو مدنظر رکھنا چاہیئے حق کے آگے سر تسلیم خم کرو خواہ وہ کسی کے منہ سے نکلے۔ اس لئے کہ حق و صداقت کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں۔

اختلاف رائے تو کوئی ایسی چیز نہیں جو باعث رنج ہو۔ دنیا اختلاف کے نظارہ سے خوبصورت ہے۔ مختلف مذاق۔ مختلف عقول و علوم کے انداز ہیں۔ ان سے اختلاف رائے پیدا ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن ان تمام اختلافات کو مٹانے والی ایک ہستی دنیا میں ہوتی ہے۔ جسکو ہم اپنی اصطلاح میں امام کہتے ہیں۔ امام کے فیصلہ پر سب کی رائیں اور فیصلے قربان ہوتے ہیں۔ پھر وہ امام بر حکم اور عدل ہو اور جس کے آنے کی ہی یہی غرض ہو۔ پس اس کے فیصلے کے سامنے اپنے ارادے اور رائیں سب چھوڑ دو۔

احمدی قوم اس بات پر ایمان لاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالے نے اس بشارت کے موافق بھیجا ہے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دیگئی تھی کہ وہ حکم اور عدل ہو کر آئیگا۔ پس جس مسئلہ میں انہوں نے خدا کے منشاء کے ماتحت فیصلہ کیا ہے۔ کوئی نہیں جو اسے تبدیل کر سکے ورنہ دوسرے الفاظ میں نعوذ باللہ یہ کہنا ہوگا کہ ان کا فیصلہ صحیح فیصلہ نہ تھا۔ پس اس نصب العین کو سمجھو اور یاد رکھو۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر ایک مسئلہ پر بہت زور دیا اور وہ نیا نہ تھا وہ ہے وفات مسیح۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود کی بعثت کی اتنی ہی غرض تھی؟ اور کیا یہ صحیح ہے؟ ہمیں ضرورت نہیں کہ اس سوال پر خود کچھ لکھیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے کلمات طیبات اس بارہ میں درج کر دینے ضروری ہیں۔ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ حضرت مسیح موعود اپنی بعثت کا منتہا کیا سمجھتے تھے؟

اگر بعض احمدیت کو اتنا ہی سمجھا ہے تو ہماری اس سمجھ پر نا سمجھی رو رہی ہے حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو پڑھو تا تمہیں معلوم ہو کہ وہ کیا کہتا ہے!!! سنو اور غور کرو!۔

۲۶۔ دسمبر ۱۹۰۵ء کو ایک مجلس میں ایک شخص نے جو ایک ذہین اور معزز آدمی ایک ایسے جلسے میں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے کہا کہ اس فرقہ میں اور دوسرے لوگوں میں وفات مسیح کے سوا کوئی فرق نہیں باقی امور میں سب متفق ہیں جیسا کہ آجکل بھی کہا جاتا ہے کہ اصول حقہ اسلام میں ہم سب متفق ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت ناساز تھی اور بول نہ سکتے تھے مگر اللہ سے غیرت اور جوش حمیت سلسلہ دوسرے دن ایک مبسوط تقریر اس مضمون پر کی اور فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فیصلہ

اس وقت میری طبیعت علیل ہے اور زیادہ بول نہیں سکتا ایک ضروری وجہ سے چند کلمات بیان کرتا ہوں۔ کل میں نے سنا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ اس فرقہ میں اور دوسرے فرقوں میں سوائے اس کے اور کچھ فرق نہیں کہ یہ لوگ وفات مسیح کے قایل ہیں اور وہ لوگ وفات مسیح کے قایل نہیں۔ باقی سب عملی حالت مثلاً نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ اور حج وہی ہے سو سمجھنا چاہیئے کہ

"یہ صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیات مسیح کی غلطی کو دور کرنے کے واسطے ہے اگر مسلمانوں کے درمیان صرف یہی ایک غلطی ہوتی تو اتنے کیواسطے ضرورت نہ تھی کہ ایک شخص خاص مبعوث کیا جاتا اور ایک جماعت الگ بنائی جاتی اور ایک بڑا شور برپا کیا جاتا (بدر مورخہ ۲ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱)۔

حضرت موعود علیہ السلام کے اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ آپ کی بعثت کی اتنی ہی غرض نہ تھی بلکہ اسی سلسلہ میں آپ نے بتایا کہ اللہ تعالے نے جو ایک خاص شخص کو مبعوث کیا اور ایک جماعت الگ بنائی اور ایک بڑا شور برپا ہوا تو اس کی غرض بہت سی غلطیوں کو درست کرنا تھا۔ پھر اسی تقریر میں بہت سی غلطیاں آپ نے دکھائی ہیں اور بتایا ہے کہ اعتقادی غلطیاں مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں چنانچہ فرمایا کہ:۔

ان امور کے علاوہ جو اوپر بیان کئے گئے ہیں اور بھی عملی اور اعتقادی غلطیاں مسلمانوں کے درمیان پھیل گئی ہیں۔ جنکو دور کرنا ہمارا کام ہے" پھر ان غلطیوں کی مختصر سی بحث کی ہے۔ مثلاً مس شیطان کی غلطی۔ معراج کے متعلق غلطی۔ حدیث کو قرآن کریم پر مقدم کرنیکی غلطی وغیرہ آخر میں فرمایا:۔

خدا تعالےٰ چاہتا ہے" کہ ایک نئی قوم پیدا کرے جو صدق اور راستی کو اختیار کر کے سچے اسلام کا نمونہ ہو" پس حضرت مسیح موعود کا اتنا ہی کام نہ تھا یہ تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے کلمات سے دکھایا اور بتایا ہے کہ آپ کی بعثت کی غرض کا دائرہ کتنا وسیع تھا اور آپ اپنی جماعت اور دوسرے لوگوں میں کیا فرق سمجھتے تھے۔ اس کے بعد کسی اور کے کلام کے استشہاد کی ضرورت نہیں رہتی تاہم میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ جو آپ کے جانشین اور خلیفہ بلا فصل ہیں اس مسئلہ پر کیا حکم دیتے ہیں؟

---

۲۷ فروری ۱۹۱۲ء کا واقعہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ان ایام میں بھی بیمار تھے مگر طبیعت رو بصحت تھی۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے یکم مارچ ۱۹۱۲ء کو جو طبی رپورٹ دی تھی۔ اس میں لکھا تھا کہ زخم ایک چوتھائی کے قریب رہ گیا ہے طاقت اللہ کے فضل سے آرہی ہے۔ اسلئے حضرت نے جو کچھ بیان کیا وہ نعوذ باللہ کسی کمزوری یا بیماری کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ سب نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کے قویٰ بیماری میں بھی خوب کام کرتے ہیں خصوصاً دماغی اور قلبی قوتیں عجیب ہی ہیں۔ اس دفعہ بیماری میں انگریز ڈاکٹر نے دیکھ کر کہا نبض عجیب ہے دل دماغ عجیب ہے۔ غرض اس روز ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اسٹنٹ سرجن لاہور نے صحن مکان میں چند امور پیش کئے۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کوئی فروعی اختلاف ہے؟

اسکا جو جواب حضرت خلیفۃ المسیح نے دیا وہ آج بھی صحیح اور درست ہے اور جو اس پر جرح کرتا ہے اسکی حقیقت اس سے بڑھ کر نہیں کہ وہ تقدم علے الرسول اور تقدم علے الامام کرتا ہے۔

فرمایا۔ یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے۔ کیونکہ جسطرح وہ نماز پڑھتے ہیں ہم بھی پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ حج اور روزوں کے متعلق ہمارے اور اُن کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے میری سمجھ میں ہمارے اور اُن کے درمیان اصولی فرق ہے اور وہ یہ کہ ایمان کیلئے یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو اس کے ملائکہ پر کتب سماویہ پر اور رسل پر۔ خیر و شر کے اندازوں پر بعث بعد الموت پر۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی مانتے ہیں اور اس کا دعوی کرتے ہیں۔ لیکن یہاں سے ہی ہمارا اور انکا اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں عام ہے۔ خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے۔ ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں اب بتلاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا؟۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا۔ ہم اسپر ایمان لاتے ہیں اور ہمارا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے تو بالاتفاق کافر ہے یہ جدا امر ہے کہ ہم اس کے کیا معنے کرتے ہیں اور ہمارے مخالف کیا؟ اس خاتم النبیین کی بحث کو لا نفرق بین احد من الرسلہ سے کوئی تعلق نہیں اور وہ ایک الگ امر ہے اس لئے میں تو اپنے اور غیر احمدیوں کے درمیان اصولی فرق سمجھتا ہوں:۔

ناظرین اب اس سوال کو بخوبی سمجھ گئے ہوں گے اخبارات میں اس بحث کو چھیڑنا اور جذبات قوم کی تحقیر کرنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن جب کسی نہ کسی پہلو سے اس سوال کو چھیڑا جاتا ہے تو بے اختیار ہمیں قومی حیات اور خصوصیات کو قایم رکھنے کیلئے ان باتوں کو دوہرانا پڑتا ہے بہتر ہے اخبارات اس بحث کو زیادہ نہ چھیڑیں کیونکہ اس سے کوئی بہترین نتیجہ پیدا نہیں ہوگا۔ احمدی قوم اپنی خصوصیت کو ترک نہیں کر سکتی اور اسے زندہ قوم بننے کیلئے نہیں ترک کرنا چاہیئے۔

معزز معاصر الفضل نے گذشتہ اشاعت میں جماعت کو ایک نصیحت کے عنوان سے قابل غور۔ قابل عمل آرٹیکل لکھا ہے بعض لوگ اسپر بحثیں کرتے ہیں بجالیکہ اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ عین فضل اور رحمت ہے اس کا خلاصہ اور مغز یہ ہے اپنے اختلافات کو اگر حضرت صاحب کی کتب پر پیش کر کے دیکھ لیا کریں تو ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ حضرت صاحب کا مذہب کیا تھا" کیا یہ حق اور حکمت نہیں؟ کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس کے خلاف لکھنے کی جرات کرے! خدا نہ کرے کہ کوئی ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فیصلہ ہی ناطق اور قول فیصل ہے اُسے چھوڑ کر کوئی احمدی نہیں رہ سکتا۔

اور یہ میری رائے نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین صادق نور الدین کا فتویٰ ہے اسے پڑھو۔

حضرت مسیح موعودؑ کے فیصلوں پر خلیفۃ المسیح کا ایمان

جو وقعت اور عزت خلیفۃ المسیح کے دل میں حضرت امام حکمؑ کے فیصلوں کی ہے کاش ہر شخص کے دل میں ہوتی۔

مکرمی شیخ رحمت اللہ صاحب کی جدید عمارت کا بنیادی پتھر رکھنے جون ۱۹۱۲ء کو لاہور تشریف لیگئے تو ایک معرکۃ الآرا تقریر فرمائی اس میں جماعت کو خطاب کر کے فرمایا۔ "سنو! تمہاری نزاعیں تین قسم کی ہیں۔ اول ان امور اور مسائل کے متعلق ہیں جنکا فیصلہ حضرت صاحب نے کر دیا ہے۔ جو حضرت صاحب کے فیصلہ کے خلاف کرتا ہے وہ احمدی نہیں؟

جن پر حضرت صاحب نے گفتگو نہیں کی انپر بولنے کا تمہیں خود کوئی حق نہیں جب تک ہمارے دربار سے تم کو اجازت نہ ملے پس جب خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا انپر رائے زنی نہ کرو اور جنپر ہمارے امام اور مقتدا نے قلم نہیں اٹھایا تم جرأت نہ کرو ورنہ تمہاری تحریریں اور کاغذ ردی کر دینگے۔

پھر فرمایا۔ میں میری بات کو یاد رکھو اور ہٹ نہ چھوڑ دو۔ تفرقہ نہ کرو۔ حضرت صاحب نے جو فیصلہ جس امر کا کر دیا ہے۔ اسکے خلاف نہ کہو۔ نہ کرو ورنہ احمدی نہ رہوگے (تقریر حضرت خلیفۃ المسیح)

ان صاف اور بین نصوص اور قطعی اعلان کے بعد اگر حضرت صاحبزادہ صاحب یہ کہتے ہیں کہ حضرت کے فیصلہ کے خلاف نہ کرو۔ اور اسی کو مقدم کرو تو کیا یہی حق نہیں ہے۔ امنا و صدقنا۔

اور یہی وہ صداقت ہے جو خدا کا برگزیدہ نبی لیکر آیا تھا اور جسے اس کے پہونچانے کا کام ہمارے سپرد کیا ہے۔ یہی وہ حق ہے جو خلیفۃ المسیح پہنچاتا ہے۔ اور یہی وہ حکمت ہے جو احمد نبی کا پیارا خدا کا بتایا ہوا اولوالعزم محمود تمہیں تعلیم دیتا ہے۔ اسکی سنو! کہ اسکے اندر سے وہی آواز نکلتی ہے جو مسیح موعود اور اسکے جانشین نے سنائی ہے۔ مبارک وہ جو اس کو سنیں اور عمل کریں۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

(آٹھ سال پہلے کے خیالات کا منظر)

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کا مضمون آج ایک خاص دلچسپی اور اہمیت رکھتا ہے خدا تعالےٰ کی منصور احمدی قوم اسبات کا جائز اور بجا فخر کر سکتی ہے کہ یورپ میں اشاعت اسلام کی داغ بیل لگانیوالا اسی کا ایک محترم فرزند ہے۔

مگر اب جبکہ اس کام میں ترقی کی امیدیں نظر آ رہی ہیں دوسرے مسلمانوں کو بھی شریک ہو جانے کا خیال پیدا ہوا ہے اور ہمیں بھی اپنی قوت کے استحکام کے خیال سے انکی امداد کو قیمتی امداد سمجھنے کا خیال ہو چلا ہے۔ اور اس موقعہ پر جبکہ زندہ اسلام مردہ اور مردہ اسلام کے حامل ایک ہی مقصد کیلئے جمع ہونا چاہتے ہیں دونوں طرف کے اہل الرائے لوگوں میں عجیب عجیب بحثیں ہو رہی ہیں جنپر غور کرنا ضروری ہے

غیر احمدی اور احمدی مسلمانوں کے تفرقہ اور امتیاز کا سوال ہندوستان میں گذشتہ چوتھائی صدی سے ایک عجیب سوال رہا ہے اور یہ ناقابل تردید فیصلہ ہے کہ ہر فریق نے کسی ایک یا دوسرے وجہ سے ایک دوسرے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھا ہے۔ ہاں یہ بالکل درست اور بجا ہے کہ اس فتویٰ اور مسئلہ میں سابقت ان مسلمانوں نے کی ہے جنہیں ہم صرف اسلام کا حامل کہتے ہیں یا غیر احمدی قرار دیتے ہیں۔ اس کفر و اسلام کی بحث کے موجبات اور دلایل کچھ ہی ہوں اور انپر کچھ ہی جرح و قدح ہو سکتی ہو یہ مسلم بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت اور قوم کو ایک جدا قوم قرار دیا ہے۔ یہانتک کہ مردم شماری کے کاغذات میں بھی انہیں احمدی لکھے جانے کی ہدایت کی۔ اور مختلف موقعوں پر اپنی قوم کو مسلمانوں کے عام جذبات سے الگ رکھا اور الگ ظاہر کیا یہاں تک کہ تمدنی اور معاشرتی تعلقات میں احمدیوں کو منع کیا کہ وہ اپنی لڑکیاں غیر احمدیوں کو ندیں اور مذہبی معاملات میں انہیں ہدایت کی کہ نمازوں میں انکا اقتدا نہ کریں اتنک اسی پر عملدرآمد ہے

جبکہ مسلمانوں کی پولٹیکل ضروریات یا صاف الفاظ میں یوں کہو کہ انکی موجودہ مشکلات میں باہمی اتحاد و اتفاق کی ضرورت پیش آئی تو یہ ضروری سمجھا گیا کہ مشترکہ کاموں میں مذہبی تفرقہ کو اٹھا کر سب کے سب ملکر کام کریں مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی آواز آج پہلی مرتبہ نہیں اٹھائی گئی بلکہ اس مقصد کیلئے متعدد مرتبہ انجمنیں تجویز ہوئیں۔ یہانتک کہ ندوۃ العلماء جیسی مجلس نے اسکو اپنے مقاصد میں داخل کیا مگر یہ اتحاد نہ ہوا اور نہ ہوا اور نہ اتحاد نہ ہو اور نہ ہو سکتا ہے۔ اسلئے کہ جو صورتیں تجویز کیجاتی ہیں وہ تفرقہ زا ہوتی ہیں۔ اتفاق و اتحاد کیلئے جو چیز ضروری ہے وہ اعتصام بحبل اللہ ہے۔ اور ایک ہی امام کے جھنڈے تلے آنا ہے اور یہاں یہ بات نہیں ہے۔ اسی اتحادی جذبہ نے اس اشاعت اسلام کے کام میں بھی غیر احمدی مسلمانوں کو تحریک کی کہ وہ اس میں شریک ہوں۔"

میں اس پر بحث نہیں کرونگا کہ یہ صدا اولاً کس نے بلند کی اور کیوں؟ بلکہ یہ کہونگا کہ اتحاد اور اتفاق کے سوال کے اٹھنے پر ہمارا یہ فرض تھا کہ ہم ان وسیع الحوصلہ بزرگوں کی خدمت میں یہ عرض کرتے کہ حقیقی اتحاد کی صورت یہ ہے کہ ہم ایک امام کیساتھ تعلق پیدا کریں جس کے دامن سے وابستہ ہو کر شیعہ۔ سنی۔ مقلد۔ غیر مقلد سب ایک ہو گئے ہیں مگر اس طرف ہم میں سے بعض نے توجہ کرنے میں فروگذاشت کی اور یہی وجہ ہے کہ اس وقت تک وہ آزاد خیال اور تعلیم یافتہ لوگ جو ہماری تحریروں یا تقریروں یا ہمارے کام کی تعریف کرتے ہیں اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوتے۔ تعلیم یافتہ اور آزاد خیال لوگ علماء کی کفر بازی سے تو ڈرتے نہیں اور اسی لئے اخراج برادری کا کوئی خوف نہیں پھر وہ کونسی بات ہے کہ باوجود ہمارے کام کی تعریف اور توصیف میں رطب اللسان ہونیکے انہیں اس سلسلہ میں داخل اور شامل ہونے سے روکتی ہے۔ یہ ایک سوال ہے جس پر ہماری جماعت کو غور کرنی چاہیئے۔ دہلی میں میں نے ایک آزاد خیال لیڈر اور ممتاز اخبار نویس سے یہ سوال کیا ہے۔ مگر وہ جواب نہیں دیتا۔ غرض اسوقت یہ کہا جاتا ہے کہ مشترکہ کاموں میں ہمیں ملجانا چاہیئے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ قوم کے ایک حصہ میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ ملجاویں۔ لیکن میں اس ملاپ کیلئے تمہیں تمہارے موجودہ امام ملّت کا تازہ بتازہ ایک امتیازی ہدایت نامہ دکھانا چاہتا ہوں کیونکہ ع مراد یاد و ترا فراموش۔

ہمارے محترم بھائی ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ رضہ صاحب کے ایک سوال پر حضرت خلیفۃ المسیح نے محمڈن یونیورسٹی کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا "اشتراک کا ہم نے فیصلہ کر دیا ہے مشترک امور میں ملکر کام کرنا ضرور ہے مگر امتیاز قایم رکھنا بھی ضروری ہے اس کے لئے چار وجوہ ہیں"

(۱) امتیاز ترقی کا موجب ہوتا ہے امتیاز نہ رہے تو قوم گھلمل کر تباہ ہو جاتی ہے

(۲) اگر کسی کے ماں باپ یا زمین کا مقدمہ کسی امام مسجد کیساتھ ہو تو لوگوں کا دستور ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ پس جب ہمارے مامور من اللہ کو یہ لوگ جھوٹا سمجھتے ہیں تو ہماری غیرت کسطرح برداشت کر سکتی ہے کہ ان کو اپنا امام صلوٰۃ بنالیں

(۳) جب تک تمیز نہ ہو نہ امر بالمعروف رہتا ہے نہ نہی عن المنکر۔ تمہارے لیکچروں کی عزت بھی احمدی نام سے ہی ہوتی ہے۔

(۴) خود نام رکھنا ہی ترقی کا موجب ہوتا ہے۔

(۵) جب کوئی قوم ممتاز ہوتی ہے تو قوم اسکی مخالفت کرتی ہے پھر جوں جوں مخالفت ہوتی ہے اس ممتاز بننے والے کو سعی اور دعا کا موقعہ ملتا ہے۔ یاد رکھو جب تک مشکلات پیش نہ آویں دعا اور کوشش کا موقعہ نہ ملے ترقی نہیں ہو سکتی۔ سعی۔ کوشش۔ جہاد۔ دعا۔ کیلئے مشکلات ضرور ہیں۔ صلح کل میں نہیں ہو سکتا۔

یہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد ہیں جو احمدی قوم کیلئے ..... اس وقت خضر راہ ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا ہے کہ امتیاز کے بدوں نہ امر بالمعروف رہتا ہے نہ نہی عن المنکر۔

اس کا مفہوم اور منطوق ظاہر ہے اور ہمارے لئے ایک ہدایت نامہ ہے تبلیغ و اشاعت کے مسئلہ میں یہ راہ صاف ہے اگر ہم اس پر عمل کرنا چاہیں اور مشترکہ کاموں میں اسی اصل کے ماتحت دوسروں کو ہم شریک کر سکتے ہیں۔ تبلیغ و اشاعت اگر مشترک کام ہے تو اس میں اسی ہدایت نامہ پر عمل کر لو یہ مبارک راہ ہوگی

تبلیغ اسلام کے متعلق میرے جو اپنے خیالات ہیں اور جن کو میں بلا خوف لومۃ لائم ظاہر کر چکا ہوں اور ظاہر کرتا رہونگا۔ بفضلہ تعالےٰ ان میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ میں اس وقت بھی یہ ظاہر کرتا ہوں کہ ہمیں اسی زندہ اسلام کو پیش کرنا چاہیئے جو خدا کے فضل سے ہمیں ملا ہے جو لوگ میرے اس خیال سے مصالح وقتی کی وجہ سے اتفاق نہیں کر سکتے میں انہیں مجبور نہیں کر سکتا کہ اسے قبول کریں لیکن اتنا کہنے کا مجھے حق ہے کہ میرے یہ خیالات ذاتی اور خود ساختہ نہیں ہیں بلکہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں اسی کو سمجھا اور پڑھا ہے اور بزرگان ملت کا بھی ہمیشہ سے یہی مذہب رہا ہے جیسا کہ میں حضرت حکیم الامۃ کا فیصلہ اوپر دے چکا ہوں میں نے بارہا احمدی قوم کو توجہ دلائی ہے کہ وطن اور دیوی کا معاملہ ان کے سامنے ہو چکا ہے وہ اسکو خضر راہ بنائیں اور جس مقام سے وہ پہلے ٹھوکر کھا چکے ہیں

اسی مقام پر پھیر ٹھوکر نہ کہا ئیں۔

پبلک کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اور بعض اوقات ضروری باتوں کو بھول جاتی ہے۔ اس لئے تذکیر ضروری ہے۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس سلسلہ میں آج سے آٹھ سال پہلے کے واقعات اور حالات کو قوم کے سامنے رکھدوں اور اس فیصلہ کیلئے ان کے ضمیر اور قلب سے ہی اپیل کروں کہ ہمارا مقصد اور نصب العین کیا ہے؟ اس سلسلہ میں حضرت مولوی محمد علی صاحب اور برادرم مکرم خواجہ کمال الدین صاحب اور دوسرے بزرگوں کی اپنی تحریریں انشاء اللہ شایع کروں گا۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس وقت یہ بحث در پیش تھی کہ ریویو میں سلسلہ کا ذکر نہ ہو بلکہ عام مضامین اسلامیات کے متعلق ہوں۔ اور یورپ و امریکہ میں اسے شایع کیا جائے۔ اس پر قوم کی جو رائے تھی اس کا اندازہ ان مضامین کے پڑھنے سے بخوبی ہو سکے گا۔ آج میں سلسلہ کے ایک مخلص اور غیور ممبر منشی ذوالفقار علی خانصاحب کی رائے پیش کرتا ہوں۔ جو انہوں نے بدر میں شایع کرائی تھی۔ جو حس اور غیرت اس تحریر میں کام کرتی ہے میں چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ آج بھی وہی ہماری جماعت میں ہو۔ اور ہم غیر قوموں کے سامنے اسی اسلام کو پیش کریں جسے ہم زندہ اسلام کہتے ہیں۔ اس مضمون کے پڑھنے سے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کے متعلق ایڈیٹر الحکم نے جو خیالات بھی ظاہر کئے تھے وہ بانی سلسلہ کے نصوص اور بزرگان ملت کے فیصلوں اور ناطق اقوال اور قومی جذبات اور حسیات سے یکجائی غور کے بعد کئے تھے۔ اسلئے وہ اب بھی ظاہر کرنے میں مضایقہ اور تامل نہیں کرتا کہ ہمیں ضرورت ہے کہ ہم خالص احمدی تبلیغ کریں اور زندہ اسلام ان لوگوں کے سامنے پیش کریں جو اسلام سے محض ناواقف اور اس کے دلربا چہرہ پر بہیوں داغ دیکھنے کے عادی بنائے گئے ہیں اگر ہم آج ہی مصفا اور درخشاں چہرہ نہیں دکھاتے تو گویا فرقہ بندیوں کی بہول بھلیوں میں بھٹکنے کیلئے انہیں چھوڑ دینا چاہیئے یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ تعلیم اور تربیت تدریجی ہونی چاہیئے۔ لیکن ہر تعلیم اور تربیت کے مدارج میں اسکی اصلی روح اور مغز ضرور ہوتا ہے۔ جو ہمیں فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ اب جبکہ مختلف مقامات میں بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کی انجمنیں بن رہی ہیں اور تبلیغ اسلام کی سکیم زیر غور ہے ہمیں ہمیشہ کیلئے اس سوال کو حل کر لینا چاہیئے ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ اور کس اسلام کو پیش کرنا چاہیئے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس مضمون کو اب زیادہ لمبا کروں بلکہ میں حسب وعدہ برادر محترم ذوالفقار علیخان صاحب کا مضمون درج کر دیتا ہوں غیور اور باحمیت احمدی غور کریں کہ اسوقت ہمارے کیا خیال تھے۔ اور آج کیا ہیں؟

اخویم مفتی محمد صادق صاحب سلمکم۔ اسلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہ

اخی مکرم خواجہ کمال الدین صاحب وکیل چیف کورٹ کا خط الحکم مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۶ء میں میری نظر سے گذرا۔ میرے صلح پسند بھائی نے بہت کوشش کی ہے کہ فیصلہ طے ہو جاوے۔ اور انہوں نے اپنی جماعت کے بھائیوں کی دلداری میں بھی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا ہے مجھے خوب معلوم ہے کہ خواجہ کمال الدین اس دل و دماغ کا انسان ہے کہ اسکے دل میں نفرت رنج و عناد کیلئے جگہ ہی نہیں ہے۔ خدا نے اسے محبت اور صلح کا وکیل بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ لیکن ان تمام امور پر کامل غور کرنیکے بعد بھی میں تیار نہیں ہوں کہ بحیثیت احمدی ہونے کے اس رائے کو مان لوں جب تک خود حضرت امام علیہ السلام قطعی منظوری نہ دیں۔ کہ ریویو ہمارا پرچہ ہے۔ ہم خدا کے دین کے انصار ہیں۔ ہماری جانیں و دولتیں اس کام کیلئے حاضر ہیں۔ اگر ہمارے کارکن بھائی محمد علی صاحب نے اشاعت کیلئے فہرستیں تیار کی ہیں اور وہ اس قدر بڑی ہیں کہ ان کو جماعت سے مایوسی ہو چکی ہے کہ اس قدر تعداد جماعت برداشت نہیں کر سکتی تو بیشک وہ جو چاہیں کریں۔ مگر کسی اور صورت میں یہ ناممکن ہے کہ ہم ریویو کے ذریعہ سے اس اسلام کو پیش کریں جس کا دارومدار اس کے اصولوں کا انسانی ضروریات کیلئے دنیا میں کافی ہونا تسلیم کیا جاوے۔

ہم اس اسلام کو پیش کرنا چاہتے ہیں جو زندہ مذہب ہے اور جس کا زندہ رشتہ اللہ تعالے کے ساتھ ہے۔ اصولی بحثیں اخلاق کے متعلق بہت ہو چکی ہیں۔ آسمانی کتب کے مفہوم سمجھنے کیلئے دنیا کی عقلیں ہمیشہ کوشش کرتی ہیں اور کبھی متفق نہیں ہوتیں۔ آخر اسلام کی اشاعت سے ایمان کا دنیا میں قایم کرنا ہی تو مراد ہے یا کچھ اور۔ کیا ایمان طلاق۔ ازدواج۔ غلامی۔ اخلاق فاضلہ۔ سود۔ شراب۔ زنا۔ اور ایسے ہی اور اخلاقی و تمدنی تعلیم سے قایم ہو سکتا ہے؟ یہ مانا کہ ایسی تعلیم کسی اور مذہب میں نہ ہو اور یہ بھی مان لیا کہ دنیا اس کے مقابلہ میں اسلامی اصولوں کو قبول کرے۔ اور عملدرآمد بھی کرنے لگے تو کیا خدا پر ایمان قایم ہو جائیگا۔ جو اصل مقصود تعلیم محمدی اور اسلام کا ہے ہرگز نہیں۔ قرآن شریف کو آسمانی کتاب ماننے اور حضرت محمد مصطفے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی و پیغمبر ماننے سے کیا ایمان قایم ہو سکتا ہے؟ کیا موجودہ نسل مسلمانوں کی ان امور میں متفق ہے؟ تو کیا پھر وہ سب کے سب آسمان پر مومن سمجھے جاتے ہیں؟ اگر یہ سب باتیں ہیں تو پھر مصلح کی ضرورت کیا۔ اور تقوی کیلئے ماموروں کی کیا حاجت؟ اصل یہ ہے کہ ایمان جو ایمان کہلاتا ہے اور اثر خیز ہوتا ہے جب باری تعالی کی ہستی پاک پر جو نہاں در نہاں پردوں میں ہے۔ ایسا یقین ہو جیسا کہ موجودات مشہودات پر بلکہ میں کہتا ہوں کہ مشہودات موجودات سے زیادہ یقین کی ضرورت تکمیل ایمان کیلئے ہے۔ کیونکہ ہم سم الفار اور آگ کے تیز اثروں سے بخوبی واقف ہونے پر بھی ان سے بعض وقت نہیں بچتے۔ اور قصداً ہلاکت میں پڑتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالے پر ایمان ہوتے ہوئے۔ قصداً ہلاکت کی راہوں میں انسان نہیں پڑتا یعنے اللہ تعالے پر اس درجہ یقین ہو۔ کہ کسی طرح بھی ہم معصیت کے قریب نہ جا سکیں چاہے ہم کتنا ہی چاہیں یا ہم کسی طرح کسی تحریک کسی جوش سے کبھی اسقدر مغلوب ہوں کہ خدا تعالے کے خوف سے ایمن ہو جائیں۔ ایسے یقین اور اطمینان کیلئے مجرد کسی مذہب کے اصولوں کی خوبی نسبتاً یا تکمیل قانون مذہب یا سہولت عملدرآمد یا مطابقت اصول مذہب و قانون فطرت کافی نہیں ہے۔ نہیں ہوئی نہیں ہوگی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالے خود قرآن شریف میں اپنے جلال و عظمت اپنے شاہنشاہی کے ثبوت میں جو کچھ فرماتا ہے وہ یہ ہے:۔

یسبح للہ ما فی السموٰت و ما فی الارض۔ الملک القدوس العزیز الحکیم (دعوے) ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب و الحکمۃ ط (ثبوت)

یہ تو مانی ہوئی بات ہے کہ بادشاہ بغیر لوازمات شاہی کے بادشاہ نہیں مانا جا سکتا۔ پس مامور۔ مرسل۔ نبی ولی یہی وہ مقدس ذاتیں ہوتی ہیں کہ خدا کے نشانات جنکے ذریعہ سے دنیا کو پہونچتے ہیں۔ اور ان نشانوں کو زمانہ کی حالت سے مطابقت کرا کر زمانہ کے اعمال کا نتیجہ ثابت کر کے مامور من اللہ تزکیہ نفوس کرتے ہیں۔ اور ایمان کی تخم ریزی کرتے ہیں پھر اعمال صالحہ سے جو الکتاب کی تعلیم سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ نہ کسی اور طرح اس ایمانی کشت زار کی آبیاری ہوتی ہے۔ تب وہ کشت زار الحکمۃ کے انمول پھل لاتی ہے اور ایسا انسان حکیم مانا جاتا ہے۔ میں اپنی جماعت کے بھائیوں سے پوچھتا ہوں کہ ہمکو دنیا کے سامنے ناقص ادھورا اسلام پیش کرنا چاہیئے؟ یا کامل؟ ناقص تو وہ ہے جس میں صرف اصولاً اور ترقی کے مدارج ہیں ذریعہ معلوم ہو سکیں۔ کامل وہ ہے کہ ایسا علم ہونے پر عمل کی توفیق ہو۔ اور زندہ خدا کا قرب حاصل ہو سکے۔ اس کی زندگی کو ہم شہودات سے زیادہ محسوس کرنے والوں میں ہوں۔ تا یقین پیدا ہو۔ اور وہ یقین ایک طرف بدیوں سے بیزار کرے۔ اور دوسری طرف نیکیوں سے آراستہ کرے۔

اب سوال یہ ہے کہ ریویو کی اشاعت ممالک غیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحیوں کے بغیر کرنا چاہیئے یا الہامات امام ربانی کے ساتھ؟ اسلام کی کامل صداقت تو جبھی ہو سکتی ہے جب ہم اس کا اللہ تعالے کے ساتھ پیوند ثابت کر سکیں۔ ورنہ یوں تو ایشیا میں اور یورپ میں اور دیگر ممالک میں مسلمان معہ اپنی کتاب کے موجود ہیں۔ پھر کیا ان کی موجودگی اشاعت کے لئے کچھ کر سکی؟ کچھ نہیں قرآن شریف کا افسانہ کی حد سے گذر کر ایک پر تاثیر نسخہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ مزکی موجود ہو۔ اسکی شناخت ہو اس کے فیضان صحبت اور اس کے ذریعہ پہونچے ہوئے نشانات آسمانی سے تزکیہ ہو اور ایمان اس طرح قایم ہو اب کیا احمدی جماعت اسے پسند کرتی ہے۔ کہ حضرت اقدس کی پیشینگوئیاں ریویو سے علیحدہ کر کے ریویو کو دنیا میں پھیلایا جاوے؟ اس کا جواب جماعت احمدی اور مامور من اللہ کی مرضی پر چھوڑنا چاہیئے۔ کلیا میں گوڑہ پھوڑنے سے کیا سود۔ احمدی پبلک کی رائے اگر نہیں لینا منظور ہے۔ تو حکم امام ربانی لینا چاہیئے اگر امام اقدس ایسا حکم دیتے ہیں تو بیشک ہمیں فرض ہے کہ ہم تعمیل کریں یہ زلزلہ کی پیشگوئیاں جو آجتک ریویو میں شایع ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ کیا اسلام کو زندہ نہیں ثابت کرتیں؟ کیا ہندوستان، یورپ امریکہ کے ہیبت ناک زلزلے مصدق نہیں ہوئے اور اسلام کی بابرکت تاثیرات نے ان دلوں میں جو غور و فکر کے عادی ہیں۔ جگہ نہ کی ہوگی جبکہ مہینوں بلکہ سالہا سال پہلے سے ایک خدا کا مرسل اللہ تعالی کے حضور سے خبریں پا کر دنیا کو ڈرا رہا ہے اور پھر جو کہتا ہے وہ پورا ہو رہا ہے۔ ایسی صورت میں اسلام پھیلا معلوم ہوتا ہے یا مل مینل۔ سر جارج ہملٹن بیکن کے فلسفہ کیطرح ہم قرآنی تعلیم کو پیش کریں تا فلسفی دماغ والے وہ بھی بعض افراد غور کرنے والے سمجھیں۔ یا سمجھ سکیں باقی دنیا ایسے ہی ناآشنا رہے جیسے آجتک ہے یا یہ عمدہ ہے؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم ناخنوں سے کیونکر گوشت جدا کر سکتے ہیں فرض کیا جاوے کہ ریویو اس طور پر نکلے کہ جس طرح وطن کے ایڈیٹر کی خواہش ہے یا ہمارے بھائی کمال الدین صاحب کی تجویز ہے تو کیا ہوگا؟ اسلام پھیلے گا۔ لوگ مسلمان ہوں گے پھر مسلمان ہو کر کیا کرینگے؟ وہی جو موجودہ مردہ گروہ اسلام کا کرتا ہے؟ ایسے گروہ کے پھیلنے سے اسلام اور خدا کا دین کیونکر پھیلے گا۔ ہم تو اصحاب محمد مصطفے علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے انسان و مسلمان دیکھنا چاہتے ہیں وہی مفہوم اسلام ہے اس کا کیا ذریعہ ہوگا۔ صابون مصالح لگا کر کسی تالاب میں کپڑے کو ڈالدو۔ چہ مہینے تک پڑا رہ کر گل تو جائیگا مگر صاف نہ ہوگا صاف کرنیکے کیلئے غسال کی ضرورت ہے۔ جب مزکی کے ذکر کو آپ اس

حصہ سے علیحدہ رکھنا چاہتے ہیں۔ جو بلا دغیر میں جاویگا۔ تو پھر کیا فائدہ اسلام کو پہونچا؟ مرزا صاحب مدظلہ کے دعوے اور ان کے ثبوت اسکی بابت اور باتیں نہ لکھئے۔ مگر پہلا حصہ جس میں آسمانی دعوی ہوتی ہے وہ کیونکر ریویو سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر وہ الگ کرتے ہیں تو پھر آپ دعوت کس بات کی دیتے ہیں۔ اور اس چیز میں بجز ایک خوبی کے دوسری خوبی صداقت یا پرتاثیر ہونیکی نہ ہو گی۔ تو اس کی کشش ہی کیا ہوگی۔ دل کھینچنے والی چیز تو صداقت ہے۔ اُس کا ثبوت تو آپ غائب ہی کئے دیتے ہیں۔ پھر رہیگا کیا؟

اس سادگی پہ کون نہ مٹ جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں؟

میں امید کرتا ہوں کہ میرے بھائی خواجہ کمال الدین صاحب اس پر غور کریں گے۔ اور پبلک احمدی کی تسکین کیلئے کچھ مزید تجویز سوچیں گے ورنہ یہ ظلم ہے کہ ہم سے توقع کیجائے کہ ہم اپنے آقا سے دور رہ کر خوش رہ سکیں۔

۲۵ سال سے ہم کو وابستگی سکھائی جارہی ہے۔ اب ہمسے کہا جاتا ہے۔ دورباش! میں سچ کہتا ہوں کہ موت زیادہ اچھی ہے اس سے کہ ہم مسیح موعودؑ کے ذکر کو اپنے سے دور کردیں۔ رہا ضمیمہ ہمارے آنسو پونچھنے کیلئے لگاتا ہے؟ ورنہ اس سے فائدہ ہی کیا ریویو کی ہستی سے پہلے الحکم حضرت اقدس کی وحیوں اور تقریروں کو لکھتا چلا آتا ہے۔ بدر موجود ہے۔ خود حضرت کی تصانیف ہیں۔ ہم کو ضمیمہ ریویو کی ضرورت ہی کیا ہے۔ فضول قومی روپیہ برباد ہو۔ میں جملہ برادران سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ سوچ لیں۔ تب فیصلہ دیں۔ اگر آج دو ہزار پرچے ریویو کے ہم جاری کرانا چاہیں تو منیجر ریویو ہم کو اطلاع دیں کہ وہ کہاں بھیجیں گے؟ کیا جنگلوں میں بھیجیں گے؟ اشاعت کی ترقی بتدریج ہوتی ہے۔ مزید ترقی کے لئے کیا جماعت احمدی ایسی بے غیرت ہے۔ کہ دولت کو قبر میں لیجائیگی؟ اس کام میں صرف نہ کریگی؟

(راقم ذوالفقار علی خان انسپکٹر۔ از میرٹھ)

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت صاحبزادہ صاحب بھی حضرت خلیفۃ المسیح کی علالت کیوجہ سے شب و روز کوٹھی دارالسلام میں رہتے ہیں اور اکثر حصہ حضرت کی صحبت میں گذارتے ہیں

۲۔ احباب عیادت کیلئے آتے جاتے رہتے ہیں۔ کویٹہ سے منشی دولت خاں صاحب اور پشاور سے ڈاکٹر محمد دین صاحب اور مولوی غلام حسن صاحب تشریف لائے

۳۔ مارچ کو بعد عصر مولوی غلام حسن صاحب نے پہلی مرتبہ طلباء مدرسہ تعلیم الاسلام کے سامنے مختصر سا وعظ کیا۔ دوسرے مہمانوں کی فہرست الفضل میں چھپ چکی ہے

(۳) مولوی حافظ روشن علی صاحب نے جو اپنے اسم گرامی کیطرح فی الواقعہ روشن ستارے ہیں۔ مسجد نور میں قرآن مجید کا درس شروع کر دیا ہے۔

(۴) انجمن کے سکرٹری کا مسئلہ بعجلت حل کرلیا ہے مولوی صدرالدین صاحب کو جو اسسٹنٹ سکرٹری تھے قایمقام سکرٹری بنالیا۔ جب تک میر حامد شاہ صاحب پنشن لیکر سکرٹری کا چارج نہ لیں۔ مولوی محمد دین سکنڈ ماسٹر اسسٹنٹ ایڈیٹر ریویو تجویز ہوئے۔ اس فیصلہ کے مختلف پہلوؤں پر آئندہ قوم کو آگاہ کیا جائیگا انشاء اللہ العزیز۔

چمکار محمدی۔ آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مستند سوانح عمری پنجابی زبان میں لکھی گئی ہے حضرت خلیفۃ المسیح نے اسے بہت پسند کیا۔ منشی چنڈ خاں صاحب مدرس بہو ہالی نے لکھی ہو کثرت سے اسکو

حضرت خلیفۃ المسیح کی وصیت

وصیت نور دین کے عنوان سے بہت عرصہ گذرا ہیں نے الحکم میں حضرت حکیم الامۃ کی ایک تحریری عربی وصیت شایع کی تھی اور اسکا ترجمہ برادرم مفتی صاحب نے بدر میں چھاپ دیا تھا۔ اس کے پڑھنے سے نور الدین کے عقاید کا پتہ معلوم ہوتا ہے یہ بہت عرصہ کی لکھی ہوئی ہے لیکن اب حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت ناساز ہے ۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو بعد نماز عصر یکایک آپ کو ضعف محسوس ہونے لگا۔ اسی وقت آپ نے مولانا مولوی سید سرور شاہ صاحب کو حکم دیا کہ قلم دوات لاؤ۔ چنانچہ سید صاحب نے قلم دوات اور کاغذ لاکر آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے لیٹے ہوئے ہی کاغذ ہاتھ میں لیکر قلم لیکر لکھنا شروع کیا۔ اس وقت بہت سے احباب۔ مثلاً مولوی محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ مولوی سید سرور شاہ صاحب۔ شیخ سید امیر حسین صاحب نواب محمد علیخان صاحب۔ میاں عبدالحی صاحب۔ حضرت صاحبزادہ صاحب ڈاکٹر حافظ خلیفہ رشید الدین صاحب اور بہت سے بھائی قریباً جماعت قادیان کے سب لوگ موجود تھے اور باہر سے بھی میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور (جو حضرت کی علالت کے ایام میں بہت کثرت سے آتے رہتے ہیں اور انکی اولاد بھی) حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ اور منشی محبوب عالم صاحب چوہدری دولت خاں صاحب محکمہ پولیٹیکل کوئٹہ۔ چوہدری چھجو خاں صاحب ملازم محکمہ جنگلات صاحب وغیرہ ہم موجود تھے" اولاً آپ نے مختصر سا حصہ وصیت کا لکھا لیکن چونکہ قلم درست نہ تھا۔ دوسری قلم منگایا گیا آپنے ایک وصیت اپنے قلم سے تحریر کردی اور مولوی محمد علی صاحب کو دی کہ وہ اسے سنادیں چنانچہ انہوں نے باواز بلند اسے پڑھکر سنادیا پھر آپنے فرمایا کہ تین مرتبہ سنادو چنانچہ تین مرتبہ اس وصیت کو پڑھکر سنایا گیا جب وصیت پڑھی جاتی تھی۔ حاضرین پر رقت کا عجیب اثر تھا۔ دل اور آنکھیں روتی تھیں اور خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت کا مشاہدہ کررہی تھیں حضرت حکیم الامۃ نے بڑے حوصلہ اور ہمت سے لیٹے لیٹے باوجود ناتوانی کے وصیت کو لکھنے میں کمال کیا۔ غرض وصیت جب تین مرتبہ پڑھی جاچکی تو آپ نے فرمایا کہ نواب صاحب کے سپرد کرو وہ اسے محفوظ رکھیں گے۔ چنانچہ مولوی محمد علیصاحب نے حاضرین کی موجودگی میں اصل کاغذ نواب صاحب کے سپرد کردیا۔ پھر نواب صاحب نے عرض کیا کہ اس پر دستخط کرالئے جاویں اور اس مطلب کیلئے وصیت پھر حضرت کی خدمت میں پیش کیگئی۔ آپ نے اس پر دستخط کر دیئے۔ جیسا کہ وصیت کے پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ بہرحال ۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو بعد عصر حضرت خلیفۃ المسیح نے پاک وصیت کردی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جیتے رہے تو اور بھی کچھ کہیں گے۔ اس کے بعد کچھ یخنی اور دودھ نوش فرمایا۔

میں ناظرین کے علم و آگاہی کیلئے اصل وصیت کو یہاں درج کر دیتا ہوں۔ آپنے اپنی اولاد کو جسطرح پر حوالہ بخدا کیا ہے اس سے آپکی موحدانہ زندگی کا ایک نمونہ نظر آتا ہے اور اپنے قایمقام کو جو بیش قیمت ہدایات دی ہیں یہ ہیں متقی ہو۔ ہر دلعزیز ہو۔ عالم باعمل ہو۔ اور حضرت صاحب کے دوستوں سے سلوک۔ چشم پوشی اور درگذر کرے۔ یہ ایسی ہدایات ہیں کہ لاریب آپ کے جانشین کو انپر عمل کرنا قوم کی بھلائی اور خوش قسمتی کی دلیل ہوگا۔ میں اس وصیت کے متعلق کچھ اور تفصیل کرنا نہیں چاہتا سردست دعا کرتا ہوں اور احباب کو بھی دعا کیلئے کہتا ہوں کہ یہ پاک وجود عرصہ دراز تک ہماری بھلائی کا موجب رہے اور اللہ تعالیٰ اس کے فیوض برکات سے ہمیں محروم نہ کرے۔ اور ہمیں پاک تبدیلی کا نمونہ دکھائے۔ اور پھر جب وقت آئے اللہ تعالیٰ اس کے جانشین کو وہ توفیق دے جسکی خواہش نورالدین نے اپنی وصیت میں کی ہے آمین (ایڈیٹر)

(اصل وصیت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم مع التسلیم

خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

میرے بچے چھوٹے ہیں ہمارے گھر میں مال نہیں انکا اللہ حافظ ہے انکی پرورش یتامیٰ و مساکین سے نہ ہو کچھ قرض حسنہ جمع کیا جاوے لائق لڑکے ادا کریں یا کتب جائداد وقف علی الاولاد ہو میرا جانشین متقی ہو۔

ہر دلعزیز۔ عالم باعمل حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی۔ درگذر۔ کو کام میں لاوے میں سب کا خیرخواہ تھا وہ بھی خیرخواہ رہے قرآن و حدیث کا درس جاری رہے۔ والسلام

نورالدین ۴ مارچ ۱۹۱۴ء بعد از اعلان

ایوانِ خلافت

تبدیل مکان جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے ۲۷-فروری ۱۹۱۴ء کو حضرت امیر المومنین تبدیل آب و ہوا کی غرض سے دار السلام کوٹھی نواب صاحب میں تشریف لیگئے۔ راستہ میں بورڈنگ ہوس کے پاس طلباء نے آپ کا استقبال کیا اور عرض کیا السلام علیکم یا امیر المومنین اس پر آپ نے وہاں ڈولی کو ٹھہرایا اور ان کیلئے با چشم نم دعا فرمائی کہ "خدایا ان بچوں کو نیک اور متقی بنا اور دین و دنیا میں کامیاب کر اور بدکاریوں سے بچا"

طلباء مدرسہ کو وعظ کی ہدایت اسی وقت آپ نے مولوی محمد علی صاحب کو بلایا۔ وہ پاس نہ تھے۔ اطلاع ہونے پر مسجد نور کے قریب آکر ملے تو دار السلام پہونچکر ارشاد فرمانے کیلئے کہا۔ وہاں پہونچکر انہیں لڑکوں کو وعظ کرنے کے لئے فرمایا اور کہا مجھے تو وہ (اللہ تعالی) بہت ہی بیارا ہے۔ دو کام بتائے ہیں تواضع اور خاکساری۔ اسکی بچوں کو تاکید کردو۔ اور ان کو وعظ کرو کہ بدکاریوں سے بچیں۔ فرمایا یہ کام ابھی کرنا ہے فرمایا ابھی وقت جاکر چھوٹے موٹے لڑکوں کو جمع کرکے تقوی طہارت کا وعظ کرو۔ فرمایا ہر ایک لڑکا خیرات دے۔ ہر ایک لڑکا استغفار کرے فرمایا یہ بھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ طاعون بھی آتا ہے فرمایا یہ کام ابھی کرنا ہے چنانچہ مولوی صاحب نے اس ہدایت کے ماتحت بچوں کو اسی دن وعظ کر دیا

۲۸ فروری ۱۹۱۴ء ڈاکٹر خلیفہ حافظ رشید الدین صاحب رات بھر حضرت کے پاس رہتے ہیں۔ اللہ تعالی آپکی جزا ہو اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی اپنے کاروبار کو لات مار کر آپ کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں یہ قربانی قابل قدر ہے۔ اللہ تعالی ہی جزا ہو سکتا ہے۔ صبح کو یہ بزرگ حاضر ہوئے تو فرمایا:- کھانسی بہت ہوتی سیدھے لیٹے لیٹے چار گھنٹے گزر گئے۔ پھر فرمایا :- خاتمہ اسلام پر ہو۔

پھر نواب صاحب کو خطاب کرکے فرمایا کہ یہ مکان بہت خوب ہے اس میں مجھے بہت آرام ہے خدا آپ کو جزائے خیر دے اور غریبوں کے پاس گیا ہے۔

اس سے آپ کی شکورِ فطرت کا اندازہ ہوتا ہے اور دعاؤں پر تو آپ کو وہ یقین ہے کہ اسی سے زندہ ہیں دعاؤں کی عادت کی ہمیشہ تعلیم دیتے ہیں اور اسی پر زور دینے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

درس قرآن کریم قرآن کریم کا روزانہ درس جو مولوی محمد علی صاحب کے نوٹس کے رنگ میں جاری ہے بدستور ہو رہا ہے۔ اور مناسب موقعہ نکات بیان فرماتے رہتے ہیں۔

ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابنیت مسیح کی خوب تردید کی ہے۔ بتایا کہ جب میں خدا تعالی کا اتنا بڑا پرستار ہوں اور اسی کا نام جپتا ہوں۔ بھلا اگر خدا کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں منکر ہو سکتا تھا؟ یہ کیسے صاف معنے ہیں۔

پھر قرآن شریف کے متعلق فرمایا۔ دنیا میں بڑا اندھیر پڑا ہوا تھا۔ اس نے حکمت کی باتیں دنیا میں پھیلا دی ہیں اب یہ نشوونما پائینگی۔ مولوی محمد علی صاحب نے عرض کیا حضور پچیسواں پارہ ختم ہو گیا ہے!

دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر کہا **تیرا افضل تیرا اکرم**۔

پھر خدا تعالے کے انعامات اور برکات کے نزول کا یوں ذکر کیا۔ کہ اس بیماری میں آپ قرآن کے لئے آتے ہیں تو **لیلۃ القدر** ہو جاتی ہے۔ کون سمجھے گا کیا ہوگا۔ مجھ پر تو خدا تعالے کی رحمت کے عجیب عجیب بادل چڑھتے ہیں اور مجھ پر برستے ہیں۔ اس بہار کی بوچھاڑ کو میں ہی سمجھتا ہوں۔

شام کے کھانے کے بعد فرمایا امنت باللہ و رسولہ و ما انزل علیہ و اتبعنا الرسول

یکم مارچ ۱۹۱۴ء جنوں کے متعلق تقریر فرماتے رہے عام طور پر حالت اچھی ہی رہی طبیعت میں کمزوری تھی۔

۲ مارچ ۱۹۱۴ء **الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ** پر فرمایا کہ ان کو ناکام کر دے گا۔

فرمایا بڑے ہی بدبخت تھے وہ لوگ جنہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینا چاہا مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کس قدر رحم کیا غریب نوازی کی فرمایا سیدنا سیدنا قرآن بڑا عمدہ ہے۔

مثل الجنۃ التی وعد المتقون پر فرمایا یہ جنت جو ہم صحابہ کو دینگے تورات میں اسکی تصریح کردی اسیکا نام جنت عدن ہے۔ تورات بڑی پیاری کتاب ہے فرمایا بعض وقت قرآن کریم کے فقرہ کو ایسا صاف کر دیتی ہے۔ جنت عدن کی تعریف اور تشریح کی ہے افسوس اس پاک کتاب کی قدر نہ ہوئی اور جو کروڑوں روپیہ صرف کیا نا عاقبت اندیشی کی مجھے تورات بڑی پیاری۔

ان تفسدوا فی الارض الآیۃ پر فرمایا میں تو جب اس کو پڑھتا ہوں تو یزید کے متعلق پاتا ہوں۔ اس پلید نے قطع رحم کیا بڑا ہی بدبخت تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذریت ہے اس نے اتنی بڑی نسل کو بری طرح ضایع کیا۔

پھر فرمایا اتنی دیر مجھے طاقت رہتی ہے خدا تعالے نے اتنا رحم کیا ہے ساری دنیا سے بے پرواہ کر دیا ہے۔ ایک مضمون سمجھا رہا ہے۔ سارا جہان ایک طرف ہو جاوے مجھے کیا پرواہ ہے۔ یہ اسکا فضل ہے۔ مکہ والوں پر مجھے تو رحم آتا ہے انپر کتنا بڑا رحم کیا ادھر آئے ہی نہیں نہ فایدہ اٹھایا۔ ہزاروں امام ہو گئے۔ مکہ میں ایک بھی نہیں ہزاروں مصنف ہوئے ان میں کوئی بھی نہیں یہ بڑی سزا ہے۔

آج ضعف بہت ہو گیا۔ ۳۔ اور ۴۔ مارچ کو بہت ضعف رہا ۵۔ مارچ کو طبیعت کسی قدر اچھی رہی۔ مگر آج ایک قے ہو گئی۔ آواز کمزور ہو رہی ہے۔ رات کو بے چینی۔ اور بخار رہا۔ پیاس لگتی رہی ۶ مارچ کی صبح کو جبکہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں ضعف بدستور ہے اللہ تعالی رحم کرے اور اپنا فضل کرے۔

کل ۵۔ مارچ ۱۹۱۴ء کو مولوی غلام حسین صاحب پشاور سے اور ڈاکٹر محمد دین صاحب تشریف لائے۔

۶ مارچ آج حضرت کی طبیعت بدستور کمزور رہی۔ رات کو کسی قدر بے چینی تھی پیاس بھی تھی۔ مولوی محمد علی صاحب نے سورۃ نجم کے متعلق مخالفین کے اس اعتراض کا استفسار کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ بتوں کی تعریف کیگئی تھی اسپر فرمایا جھوٹے ہیں قرآن مجید میں کہاں ہیں؟ ساری سورۃ میں بت پرستی کی مخالفت ہے۔ اور مشرکین مکہ پر عذاب کی پیشگوئیاں ہیں۔ پھر مولوی صاحب نے انشق القمر کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا

اب تو سائنس نے اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے سائنس دان کہتے ہیں کہ چاند میں سے ٹکڑے گرتے رہتے ہیں۔ اور بڑے بڑے میوزیم میں وہ رکھے بھی ہیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے رؤیا کا حوالہ دیا۔ اور آخر میں کہا حضرت صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے اس پر بہت بسط سے لکھا ہے تم لکھکر مجھے سنا دو

اس درس کے وقت قرآن مجید کھولکر سینہ پر رکھا۔ اور چند منٹ اس کو دیکھتے رہے اور ورق الٹ کر غور کرتے رہے۔ فرمایا آج مجھے بہت کمزوری رہی۔ کمزوری میں لوگوں کو خیالات بہت اٹھتے ہیں مگر مجھے نہیں اٹھتے۔

شام کو مغرب کے قریب یکدم بھوک لگی اور شدت سے لگی۔ معاً جو چیزیں روزانہ دیجاتی ہیں پیش کیں۔

اس کے بعد اطباء جماعت نے حضرت صاحب کی بیماری کے متعلق طبی مشورہ کیا۔ اس مشورہ میں حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسی۔ مرزا خدا بخش صاحب۔ مولوی غلام محمد صاحب۔ مفتی فضل الرحمن صاحب حکیم عبد الرحمن کاغانی۔ مولوی قطب الدین صاحب۔ میر حامد علیشاہ صاحب شامل تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب۔ نواب صاحب اور میاں عبد الحی صاحب۔ قاضی سید میر حسین صاحب اور میر مولوی محمد اسحاق صاحب اور خاکسار بطور سامعین موجود تھے۔ حکیم محمد حسین صاحب نے نہایت قابلیت کیساتھ مولوی صاحب کی علالت کے متعلق اپنی رائے پیش کی۔ جس پر باقی اطباء نے اتفاق کیا اور پھر سب کے مشورہ اور بحث کے بعد علاج کیلئے نسخہ جات اور غذا کیلئے مختلف تجویزیں ہوئیں۔ ان اطباء کی تشخیص یہ ہے کہ حضرت صاحب کے ششوں پر بیماری کا اثر ہے۔ غالباً یونانی علاج کیا جاوے۔ کیونکہ اسوقت تک تو صرف غذا سے کام لیا جاتا رہا ہے +

بہر حال علاج کیلئے دوسرا دور شروع ہونے کو ہے اللہ تعالیٰ اسے ہی مبارک اور با اثر کرے آمین۔ احباب اپنے محسن و مربی کے لئے صدق دل سے دعاؤں میں لگے رہیں۔

۷ مارچ ۱۹۱۴ء۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی آرام سے بسر ہوئی خدا کا شکر ہے رات کو کئی مرتبہ بھوک محسوس ہوئی۔ اس نافع الناس وجود کیلئے دعائیں کثرت سے ہر جگہ ہو رہی ہیں۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ نے آیتہ کریمہ احباب کو ساتھ لیکر کثرت سے پڑھی اور پڑھوائی اور قرآن مجید کا ایک ختم کرکے بڑے درد اور الحاح سے اللہ تعالے کے حضور آپکی صحت کیلئے دعا مانگی۔ اللہ تعالی اسے قبول فرماوے۔ آمین

---

۲۸ فروری کو تحصیلدار صاحب بٹالہ اور سب انسپکٹر صاحب بٹالہ ڈلہ پہونچے سردار صاحب کشن سنگھ مجسٹریٹ بیام اور رائے صاحب نہال چند شیخ رکن الدین صاحب رئیس بٹالہ اور ارد گرد کے اکثر معززین بھی تحصیلدار صاحب نے بلوائے تھے تاکہ مصالحت ہو جاوے۔

مصالحت کا طریق سردست یہ تجویز ہوا ہے :- کہ زمینداران ڈلہ مسلمانوں کو معاوضہ مکانات دے دیں اور وہ وہاں سے کسی دوسری جگہ جاکر آباد ہو جاویں۔ غریب مسلمانوں نے یہ اس کو بھی منظور کیا۔ دیکھیں نتیجہ کیا ہوتا ہے +

تنقید الاناجیل

اس عنوان کے ماتحت میں کبھی کبھی ایک مشہور اہل قلم اور ممتاز ریویو نگار کے قلم سے بعض مضامین الحکم میں شایع ہوا کرینگے (انشاء اللہ العزیز)

اس جگہ مجھے اپنی اور فاضل مضمون نگار کی پوزیشن کو صاف کر دینا چاہیئے - ہم حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کو (جنکا قرآن کریم میں ذکر ہے) اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ نبی یقین کرتے ہیں اور جسطرح ہم دوسرے انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ معصوم تھے اسی طرح حضرت مسیح ابن مریم رسولاً الی بنی اسرائیل کو بھی معصوم یقین کرتے ہیں - لیکن مذہبی آزادی کے اس دور میں جبکہ ہر مذہب کو حق حاصل ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے مسلمہ عقاید پر رائے زنی کرے - اور مسیحی حضرات آئے دن اپنے اخباروں اور رسالوں میں ایسے مضامین لکھتے ہیں جو اسلام پر نکتہ چینی کی حد سے بڑھے ہوتے ہیں - تو ایسی حالت میں اگر انجیلی مسلمات کی بنا پر ہم کوئی تنقید کریں تو اس سے ہماری غرض طالبان حق کو تلاش حق میں مدد دینا ہے جو کچھ بھی ان مضامین میں لکھا جاویگا وہ صرف انجیلی حوالجات کی بنا پر ہوگا اگر ان بیانات سے کوئی بات ایسی پائی جاوے جو کسی مسیحی عقیدہ کو کمزور یا بے اصل ثابت کرے تو اسکی جوابدہ انجیل موجودہ ہوگی ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے - (ایڈیٹر)

حضرت مسیح علیہ السلام اور اصطباغ

پیر آپ ہی درماندہ شفاعت کردگی

انجیلی حوالہ سے پایا جاتا ہے - کہ بپتسمہ صرف اس واسطے دیا جاتا تھا یا دیا جاتا ہے - کہ بپتسمہ پانیوالے توبہ کریں اور اس طریق سے گناہوں سے رہائی پاسکیں یا رہائی پائیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ بپتسمہ پاتے وقت ضروری ہے کہ اپنے گناہوں کا اقرار کیا جاوے دیکھو باب ۳ انجیل متی میں یوں کہا گیا ہے :- " درس ۵ - تب یروشلم اور سارے یہودیہ اور یردن کے آس پاس رہنے والے اوس پاس چلے آئے (۶) اور انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے یردن میں اس سے (یعنے یوحنا سے) بپتسمہ پایا " اس آیت انجیلی سے ثابت ہے کہ بپتسمہ پانے سے پہلے گناہوں کا اقرار کیا جائے - کیونکہ گناہوں کا اقرار ہی بپتسمہ کی تکمیل کرتا ہے - اور بپتسمہ پانیوالا معصوم نہیں ہوتا یا معصوم نہیں خیال کیا جاتا - کیونکہ لازمی ہے کہ وہ گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرے - پھر اسی انجیل کے باب مذکور میں یہ بھی کہا گیا ہے " درس ۱۱ - میں تو تم کو توبہ کیلئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے زور آور ہے - الخ " یہ فقرہ بھی ثابت کرتا ہے کہ بپتسمہ صرف توبہ کیواسطے دیا جاتا ہے یا یہ کہ بپتسمہ کی غرض اصلی ندامت اور توبہ ہی ہے - چاہے وہ ندامت اور توبہ کسی حد تک ہو - اسی انجیل کے باب ۳ میں یہ بھی لکھا ہے یعنی کہ " درس ۱۳ - تب یسوع جلیل سے یردن کے کنارے یوحنا کے پاس آیا تاکہ اس سے بپتسمہ پاوے " " درس ۱۴ - پھر یوحنا نے اسے منع کیا کہ میں تجھ سے بپتسمہ پانے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے " درس ۱۵ - یسوع نے اسے کہا اب ہونے دے کیونکہ ہمیں مناسب ہے کہ یونہی سب راستبازی پوری کریں تب اس نے ہونے دیا - درس ۱۶ - اور یسوع بپتسمہ پا کے وہیں پانی سے نکل کے اوپر آیا

انجیل متی سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہیں :-
(الف) بپتسمہ پاتے وقت گناہوں کا اقرار کیا جاتا ہے (ب) بپتسمہ پانے سے مراد دراصل ندامت اور توبہ ہے (ج) حضرت مسیح علیہ السلام نے برضامندی خود یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا "

یہ وہ باتیں ہیں جنسے بظاہر کوئی مسیحی انکاری نہیں ہو سکتا یہ جدا بات ہے کہ کوئی الٹی سیدھی تاویل کیجاوے اب سوال یہ ہے کہ جس حالت میں حضرت مسیح علیہ السلام معصوم تھے - اور ان کے مقابلہ میں اور کوئی نبی یا انسان معصوم نہیں ہو سکتا تو حضرت ممدوح نے یوحنا سے کیوں بپتسمہ پایا - انہیں اپنی معصومیت میں اسکی کیا ضرورت تھی ؟ کیونکہ جب وہ بیگناہ تھے تو انہوں نے گناہوں کا اقرار کیوں کیا ہوگا ؟ اور توبہ کیسی ؟ اگر واقعی یہی بات ہے تو بپتسمہ بپتسمہ نہ رہا - کیونکہ اس میں تو اقرار گناہ اور توبہ شرط ہے جیسے کہ اخیر انجیل مرقس میں خود حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے جو ایمان لاتا اور بپتسمہ پاتا ہے نجات پائیگا - گویا بپتسمہ پر ہی نجات کا مدار ہے اور بپتسمہ کیلئے اعتراف عصیاں اور توبہ شرط ہے اور اگر یوں ہی بپتسمہ دیا گیا اور لیا گیا ہے تو دو نبیوں بلکہ ایک ابن اللہ کا یہ فعل عبث ثابت ہوتا ہے - جب پانی سے بپتسمہ دیا گیا ہوگا تو کیا مسیح علیہ السلام نے یہ کہا ہوگا کہ میں باوجود معصوم ہونے کے یہ رسم پوری کرتا ہوں - اور حضرت یوحنا نے اس وقت کیا کہا ہوگا - حضرت مسیح علیہ السلام خوب جانتے تھے کہ وہ معصوم ہیں وہ دوسروں کو توبہ کرانے آئے ہیں نا کہ خود توبہ کرنے ؟ انکا خود توبہ کرنا دوسرے الفاظ میں بپتسمہ پانا علامت اس امر کی ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) معصوم نہ تھے بلکہ انکی حالت بھی بقول مسیحی حضرات دوسرے انبیاء علیہم السلام ہی کیطرح تھی یہ ثابت ہے کہ باوجود انکار حضرت یوحنا علیہ السلام - کے حضرت مسیح علیہ السلام نے بپتسمہ پانا ہی مناسب سمجھا - حضرت یوحنا علیہ السلام نے جن الفاظ میں عذر کیا تھا وہ محض تعظیمی معلوم ہوتے ہیں اور انجیل مرقس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو یوحنا علیہ السلام نے یہ کہا ہی نہیں تھا کہ تمہیں بپتسمہ پانیکی کیا ضرورت ہے آئے اور بپتسمہ دیدیا گیا -

اور حضرت مسیح علیہ السلام کا اس عذر کے جواب میں یہ فرمانا کہ " یونہی سب راستبازی پوری کریں " یہ ظاہر کرتا ہے - کہ وہ بھی چاہتے تھے کہ جسطرح اور لوگ بپتسمایز ہوتے اور توبہ کرتے ہیں وہی طریقہ پورا کیا جائے وہ مطلب یہ تھا کہ جسطرح اور لوگ گناہوں اور کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہیں اسیطرح مسیح پر بھی لازم ہے کہ اگر واقعی بپتسمہ دیا گیا تھا تو ضرور یوحنا علیہ السلام کے سامنے حضرت مسیح علیہ السلام نے گناہوں کا اعتراف کر کے توبہ کی ہوگی - کیونکہ سوائے ایسے اعتراف کے بپتسمہ ہوتا ہی نہیں اور یہ انجیل سے ثابت نہیں کہ انہوں نے یوحنا کے سامنے ایسا اعتراف نہیں کیا تھا

جب حضرت مسیح علیہ السلام بپتسمہ پا کر حسب قاعدہ و رسم پانی سے باہر نکل آئے تو اسوقت آسمان پر سے خدا کی روح کبوتر کی شکل میں اترتی ہوئی دیکھی گئی اور یہ بھی آواز آئی کہ دیکھو یہ میرا پیارا بیٹا ہے اور اس سے میں خوش ہوں ان فقرات اور ان صداؤں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بپتسمہ پانے پر جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام اعتراف واجبی اور توبہ کر چکے خدا کی روح کبوتر کے قالب میں اتری اور اسوقت انہیں پیارا بیٹا بھی کہا گیا اور خدا لم یزل خوش ہوا دوسرے الفاظ میں یہ کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام نے رسم بپتسمہ پوری کی اور گناہوں کا اعتراف کیا - تو ان انعامات و کرامات کے مورد ہوئے - اگر یہ رسم بجا نہ لاتے تو شاید ان مدارج علیہ تک نہ پہنچ سکتے ! یہ بھی انجیل متی اور مرقس میں لکھا ہے کہ بپتسمہ پانیکے بعد روح حضرت مسیح علیہ السلام کو جنگل میں لے گئی اور چالیس روز تک شیطان سے آزمایا گیا - بخدا کے بیٹے کو آزمانیکی ضرورت ہی کیا تھی ؟

صرف اسی واسطے یہ امتحان کیا گیا کہ آیا توبہ اور اعتراف محکم سچا ہے یا نہیں ؟

اگر یہ کہا جاوے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ رسم صرف اس واسطے ادا کی تھی تاکہ دوسرے ارادت مندوں کو ترغیب ہو اور وہ یہ سمجھ جائیں کہ یہ بھی ضروری رسم ہے تو یہ کہا جائیگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایسے منجی کے واسطے یہ مرحلہ ضروری نہ تھا توریت شریف سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کسی نبی نے باوجود نبی ہونے کے کسی دوسرے سے بیعت کی ہو یا بپتسمہ پایا ہو - نبی اور مرسل براہ راست خدا ہی سے بیعت کرتے اور تعلق رکھتے ہیں -

حضرت عیسٰے ایسے نبی اپنے خدا سے ساری دنیا کو نجات دلوانے آئے ہیں اور یوحنا علیہ السلام سے بپتسمہ پاتے اور اس کے ہاتھوں پر ضرور اعتراف بھی کرتے ہیں - اس سے انکی وہ شان اور وہ آن تو باقی نہیں رہتی جو کفارہ کی ذیل میں معرض بحث میں آتی ہے کیونکہ بایں حالات ایک توبہ کرنے یا بپتسمہ پانے والا کسطرح دوسروں کے واسطے فدیہ یا منجی ہو سکتا ہے اور کسطرح یہ ادعا کیا جاسکتا ہے کہ ایسے اولوالعزم نبی کے سوائے اور کل انبیاء علیہم السلام (نعوذ باللہ) گنہگار رہتے - انجیلی تحریرات سے الگ ہو کر اسلامی خیالات کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کا ایسا اعتراف بھی صرف بہ حیثیت بشریت بمقابلہ ذات صمدی خدا لایزال کے تھا - کیونکہ ذات خدا سے کب کوئی ذات مل سکتی ہے ورنہ وہ معصوم اور بے گناہ تھے جیسے کہ کل دیگر انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں خدا کے سامنے یہ کون کہہ سکتا ہے :- کہ

" میں ایسا اور ایسا ہوں "

خدا کی صفات میں سے صرف ایک معصومیت ہی نہیں اور بھی ہیں اگر حضرت مسیح علیہ السلام فی الواقعہ خدا یا خدا کے بیٹے ہی تھے - تو فالک بنا الزمں نہ آتے - اور بھی صدہا طریقے تھے - ایک طرف انسانیت یا بشریت کے قالب میں آنا اور دوسری طرف خدا یا خدا کا بیٹا ہونا ہو نہیں سکتا - مسیح علیہ السلام خود بھی انسان تھے اور تمام انسانی حوائج کم و بیش انکی شامل حال ہیں انکی والدہ معظمہ مکرمہ محترمہ حضرت مریم علیہا السلام بنی انسان ہی تھیں - خود حضرت مسیح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے :- " درس ۱۱ - باب ۱۱ انجیل متی - میں تمسے سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا " اس ارشاد عالی سے حضرت مسیح علیہ السلام نے خود کو مستثنےٰ نہیں کیا - کیونکہ انکی والدہ محترمہ بھی ایک عورت ہی تھی گو اوس وقت انکا مرتبہ اور درجہ دنیا کی لاکھوں عورتوں سے بلند اور ممتاز تھا مگر تھی پھر بھی عورت ہی ؟ اور انسان و بشر اگر یہ ارشاد یوحنا علیہ السلام سے پہلے لوگوں یا انبیاء علیہم السلام کی بابت ہے تو پھر بھی یہ کہنا چاہیئے تھا - سوائے مسیح علیہ السلام کے جو عورت ہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے - اور کوئی شخص یا نبی حضرت یوحنا علیہ السلام سے بڑا نہیں ہے - یہ بحث جدا رہی کہ ان معنوں میں حضرت یوحنا علیہ السلام سے حضرت ابراہام - حضرت موسےٰ حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہم کو کیا نسبت تھی اور ان کے درجوں میں کیا کچھ فرق تھا ؟ (فتدبر)

(ایک مسلمان)

تندرستی کی گفتگو

اپنی اپنی صحت کو درست رکھنے کیلئے امیر سے غریب تک فکر میں رہتے ہیں اور اپنی من مانی جسکو جیسی سوجھتی ہے ویسا ہی کرتے ہیں۔ دولتمند گھی دودھ میوہ وغیرہ کھاتے ہیں اور قیمتی دوا کی تلاش کرتے ہیں غریب کم خرچ جڑی بوٹی چھلکے کے کھوج میں رہتے ہیں اس جاڑے کے موسم میں ایسی مقویات کا کھانا ہی نہایت مفید ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہر چیز مریض کے موافق ہوتی ہے اسکی فکر اور دقت کو دور کرنیکی نہایت ہی آسان ترکیب ہے - جس میں نہ تو زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور نہ اس قدر لیاقت سے باہر خرچ ہے وہ ڈاکٹر ایس کے

برمن کی مقوی باہ گولیاں ہیں آپ بھی آزمائش کر دیکھئے یہ بھوک بڑھاتی ہیں جوانی کی بے اعتدالیوں کی وجہ جو خرابی ہو اور جوانی میں بڑھاپے کی سی حالت ہو یہ سب شکایتیں دور کرکے نیا خون اور نیا جوش پیدا کرتی ہیں۔ اگر آپ آزمائش کرنا چاہیں تو ایک لفافہ میں ۱/ کا ٹکٹ اور دس لکھ پڑھے انگریزی کا نام اور پورا پتہ لکھکر بھیجدیجئے - نمونہ مفت بھیجدیا جاویگا - ۳۰ گولیونکی ایک شیشی ایک روپیہ محصول ڈاک ۵/ ڈاکٹر ایس کے برمن تاراچند دت نمبر ۶۵ سٹریٹ کلکتہ -